علیہ السّلام
حَضرت اِبرَاھیم اور آزر کا رشتہ



تصنیف لطیف

فیض ملت، آفتابِ اہلسنّت، امام المناظرین، رئیس المصنفین
مفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی مدظلہ العالی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ ﷺ

القول الاظھر فی تحقیق لابیہ آزر

المعروف

حضرت ابراھیم علیہ السلام

اور آزر کا رشتہ

از

شمس المصنفین، فقیہ الوقت، فیضِ ملّت، مُفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ ابوالصالح مفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی نور اللہ مرقدہٗ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُ اللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کو کافر ثابت کرنا مخالفین کی نبوت سے بغض وعداوت کی دلیل ہے وہ نہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کو کافر کہتے ہیں بلکہ یہ لوگ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماں باپ کو بھی کافر، جہنمی مانتے ہیں اور چونکہ مسئلہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت سے متعلق ہے۔اسی لئے ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اس کے متعلق بھرپور دلائل قائم کریں مخالفین کا اس سے انکار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ صرف ایک گستاخی بلکہ متعدد گستاخیوں کا مجموعہ ہے مثلاً

(۱)اس عقیدہ کا انکار کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے پہلے پیدا ہوئے ہیں۔

(۲)حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں جبکہ ابھی آدم علیہ السلام پیدا نہیں ہوئے تھے تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور کے رنگ میں موجود تھے۔

(۳)وہی نور پاک اور طاہر ومطہر پشتوں اور شکموں میں تشریف لائے چونکہ آزر کا کفر وشرک واضح ہے اسی لئے ہم اسے ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں مانتے اور مخالفین چونکہ مذکورہ بالا عقائد ومسائل کے منکر ہیں اسی لئے اس مسئلہ میں دلائل دیتے ہیں تا کہ ان کا بھرم رہ جائے۔لیکن الحمد للہ اہل سنت نے اس مسئلہ کو دلائل سے ثابت کر دکھلایا۔اس سے واضح ہوا کہ آپ اول الخلق ہیں اور نور ہیں اور جن پشتوں اور شکموں میں تشریف لائے وہ مومن اور جنتی ہیں۔دلائل وتحقیق کے لئے رسالہ حاضر ہے بنام ''القول الاظھر فی تحقیق لابیہ آزر'' المعروف ''حضرت ابراہیم اور آزر کا رشتہ'' اس کا آغاز ہوتا ہے اس آیت میں جملہ جس سے مخالفین نے استدلال سمجھا ہے۔

واذ قال ابراھیم لابیہ: اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ سے اس آیت سے مخالفین استدلال کر کے کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا باپ آزر تھا اور نہ صرف یہی آیت بلکہ متعدد آیات میں خود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر کو باپ کہا۔سورۃ مریم شریف میں ہے: وَاذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ اِبۡرٰھِیۡمَ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیۡقًا نَّبِیًّا ○ اِذۡ قَالَ لِاَبِیۡہِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعۡبُدُ مَا لَا یَسۡمَعُ وَلَا یُبۡصِرُ وَلَا یُغۡنِیۡ عَنۡکَ شَیۡئًا ○ یٰۤاَبَتِ اِنِّیۡ قَدۡ جَآءَنِیۡ مِنَ الۡعِلۡمِ مَا لَمۡ یَاۡتِکَ فَاتَّبِعۡنِیۡۤ اَھۡدِکَ صِرَاطًا سَوِیًّا ○ یٰۤاَبَتِ لَا تَعۡبُدِ الشَّیۡطٰنَ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ کَانَ لِلرَّحۡمٰنِ عَصِیًّا ○ یٰۤاَبَتِ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ یَّمَسَّکَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ فَتَکُوۡنَ لِلشَّیۡطٰنِ وَلِیًّا ○ (پارہ۱۶،سورۃ مریم،ایت۴۵۔۴۱)

ترجمہ: اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو بیشک وہ صدیق تھا غیب کی خبریں بتاتا۔جب اپنے باپ سے بولا اے

میرے باپ کیوں ایسے کو پوجتا ہے جو نہ سنے نہ دیکھے اور نہ کچھ تیرے کام آئے۔اے میرے باپ بیشک میرے پاس وہ علم آیا جو تجھے نہ آیا تو تُو میرے پیچھے چلا آ میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں ۔اے میرے باپ شیطان کا بندہ نہ بن بیشک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے۔اے میرے باپ میں ڈرتا ہوں کہ تجھے رحمٰن کا کوئی عذاب پہنچے تو تُو شیطان کا رفیق ہوجائے۔

ان آیات کے علاوہ دیگر مقامات پہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر کو 'اب '(باپ) کہا۔

نہ صرف ابراہیم علیہ السلام نے یہ کلمہ باپ کے لئے فرمایا ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے قرآن مجید میں ہے چنانچہ ان سے جب ابراہیم علیہ السلام نے انہیں ذبح کرنے کے لئے خواب سنایا تو اُنہوں نے سرِتسلیم خم کرتے ہوئے کہا **يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ** (پارہ۲۳،سورۃ الصافات،ایت۱۰۲) ﴿**ترجمہ**: اے میرے باپ کیجئے جس بات کا آپ کوحکم ہوتا ہے۔﴾ وغیرہ وغیرہ۔ چندآیات فقیر آگے چل کرعرض کریگا۔

'اب' بمعنی چچا: مخالفین نے آیت میں صرف اپنے مسلک کوسچا ثابت کرنے کے لئے 'اب' بمعنی باپ پر اڑ گئے ہیں حالانکہ لغت اور تفاسیر میں 'اب' کامعنی صرف باپ نہیں لکھا بلکہ 'اب' بمعنی چچا وغیرہ بھی قرآن وحدیث میں واقع ہوا ہے۔

موقف اھلسنت: آیت **وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ** (پارہ۷،سورۃ الانعام،ایت۷۴) ﴿**ترجمہ**: خبرداراوریاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا۔﴾ میں 'اب' بمعنی چچا ہے اس میں اہل سنت کا موقف ہے کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر نہیں تھا لیکن ہمارے دور میں گستاخانِ رسول ﷺ کا گمان ہے کہ آزر ہی آپ کا باپ تھا ان کو لفظ 'اب' سے غلط فہمی ہوئی ہے چونکہ ان کا مقصد صرف اور صرف انبیاء علیہم السلام کی شان گھٹانا ہے اسی لئے بلاتحقیق اور سرسری طور جو لفظ مل گیا اسی کا سہارا لے کر اپنا جی بہلاتے ہیں ورنہ تحقیق کا میدان کھلا ہے۔ہم اہل فہم کو دعوت دیتے ہیں کہ آئیے ہمارے اس میدان کی سیر کیجئے۔

تحقیق اَھلِ سنت: عربی میں لفظ والد 'اب' دونوں باپ (باپ اور چاچا) پر بولتے ہیں مگر لفظ 'اب' عام ہے اور والد خاص ان میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے اسی لئے ہر والد 'اب' ہے لیکن ہر 'اب' ولد نہیں۔آیت میں لفظ 'اب' سے اگر باپ مراد ہوسکتا ہے تو چچا بھی مراد لیا جاسکتا ہے جب یہ لفظ محتمل المعنی ہے تو اسے ایک معنی پر محمول کرنا قرآن نہ سمجھنے کی دلیل ہے لیکن 'اب' سے باپ مراد لینے سے گستاخی رسول ﷺ کا ارتکاب لازم آتا ہے اور چچا مراد لینے

سے اس جرم سے احتراز۔ اسلام وقرآن ادب کا درس دیتے ہیں نہ کہ گستاخی اور بے ادبی کا نیز آنے والے دلائل بتاتے ہیں کہ 'اب' سے یہاں چچا مراد ہے ورنہ بہت سی آیات واحادیث کا خلاف ہوتا ہے جس کی تفصیلی ہم آگے چل کر عرض کریں گے۔

اجمالی دلائل: عربی محاورات وقرآنی آیات واحادیث مبارکہ میں 'اب' بہت سے معانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ ''اب'' کو چچا بلکہ سارے خاندان کو، استاد کو، شیخ کو، حتی کہ کسی عربی کو بھی (اب) کہہ دیتے ہیں۔

وَلَا تَنْکِحُوْا مَا نَکَحَ اٰبَآؤُکُمْ (پارہ۴،سورۃ النساء، ایت۲۲)

ترجمہ: اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو۔

یہاں آبا سے مراد سارے اُصول ہیں باپ دادا اور پردادا کہ ان سب کی منکوحہ بیویاں حرام ہیں۔

وَاتَّبَعْتُ مِلَّۃَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ (پارہ۱۲،سورۃ یوسف، ایت ۳۸)

ترجمہ: اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کا دین اختیار کیا۔

یہاں آبا سے مراد چچا بھی ہے۔ حضرت اسماعیل جناب یعقوب علیہ السلام کے چچا تھے۔

مَا وَجَدْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا (پارہ۷،سورۃ المآئدۃ، ایت۱۰۴)

ترجمہ: جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔

آبا سے مراد استاد بھی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رُدُّوْا عَلَیَّ اَبِیْ [1]

یعنی میرے باپ عباس کو میرے پاس لاؤ۔

یہاں (اب) سے مراد چچا ہے۔

'اب' بمعنی محبّ اور دوست بھی آیا ہے جیسے ابو ہریرہ۔ ایسے ہی جو شے کسی کے ہاں بکثرت ہوا ہو اُسے بھی 'اب' کہا جاتا ہے جیسے ابوحنیفہ اور ماموں، سسر وغیرہ وغیرہ پر بھی 'اب' کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کے متعلق مزید تفصیل آئے گی۔

(انشاءاللہ تعالیٰ)

خلاصہ یہ کہ 'اب' بہت عام ہے مگر والد اکثر سگے باپ کو کہتے ہیں جیسے وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (پارہ۱،سورۃ البقرۃ، ایت۸۳)

---

[1] (مصنف ابن ابی شیبۃ ،کتاب المغازی ،حدیث فتح مکہ، الجزء۷،الصفحۃ ۴۰۰، الحدیث ۳۶۹۰۲، مکتبۃ الرشد -الریاض)

(شرح معانی الآثار،کتاب الحجۃ فی فتح رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مکۃ عنوۃ الخ، الجزء۳،الصفحۃ۳۱۲، الحدیث ۵۴۴۴،عالم الکتب)

ترجمہ: اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔

یوں ہی لفظ 'ام' عام ہے سگی ماں، رضائی ماں، سوتیلی ماں، دادی، نانی کو 'ام' کہہ دیتے ہیں۔

وَاُمَّھٰتُکُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَکُمْ (پارہ۴، سورۃ النساء، ایت ۲۳)

ترجمہ: اور تمہاری مائیں جنھوں نے دودھ پلایا۔

عربی میں دائی دودھ پلانے والی کو بھی 'ام' کہتے ہیں۔

حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھٰتُکُمْ (پارہ۴، سورۃ النساء، ایت ۲۳)

ترجمہ: حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں۔

اس میں سگی ماں، سوتیلی ماں، دادی، نانی کو 'ام' فرمایا مگر والدہ عموماً سگی ماں کو کہتے ہیں۔

وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَھُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ (پارہ۲، سورۃ البقرۃ، ایت ۲۳۳)

ترجمہ: اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس۔

'اب' کو کاملین (مکمل) جب سمجھ لیا تو سمجھو کہ قرآن پاک نے ہر جگہ آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا (اب) فرمایا ہے کہیں والد نہیں فرمایا۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ آزر کو قرآنِ حکیم میں سگا باپ یعنی والد نہیں فرمایا بلکہ ہر جگہ 'اب' فرمایا ہے۔ آزر 'اب' بھی چچا ہے۔

محققین مفسرین کی رائے بھی یہی ہے چنانچہ امام جلال الدین سیوطی نے "مسالك الحنفيا" میں مفردات امام راغب نے "تفسیر کبیر" اور "روح المعانی" وغیرہ میں کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا اور بت پرست تھا اور آپ کے والد تارخ تھے جو مومن موحد تھے۔ تفسیر ابن کثیر نے یہی کہا ہے بعض نے کہا کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کوئی اور رشتہ دار نہ تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کا نام تارخ تھا اور ماں کا نام تملی تھا۔

مفسرین کرام نے اس مسئلہ کا بہت سی آیات واحادیث سے استدلال کیا ہے منجملہ ان کے ایک یہ ہے:

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ (پارہ۱۱، سورۃ التوبۃ، ایت ۱۲۸)

ترجمہ: بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول۔

یعنی یہ رسول نفیس ترین جماعت سے پیدا ہوئے۔ معلوم ہوا کہ از آدم تا حضرت عبداللہ تک سارے لوگ نفیس

تھے اگر آزر حضرت ابراہیم کا باپ ہوتو حضورﷺ کے نسب مبارک میں شامل ہوگا مگر کافرخسیس ہے،خبیث ہے،نجس ہے اس لئے نفیس نہیں ہوسکتا۔حضورﷺ نے فرمایا میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا ہوں ۔ معلوم ہوا کہ از آدم تا حضرت عبداللہ حضور کے سارے دادے دادیاں نانے نانیاں پاک ہیں ۔ یہ تمام احادیث اور آیات مقدسہ کیا اس بات کا ثبوت نہیں ؟ حضرت ابراہیم کی سخت گفتگو بتا رہی ہے کہ آزر آپ کا باپ نہیں تھا کیونکہ ماں باپ اگر چہ کافر ہی ہوں مگر ان سے گفتگو نرم لہجے میں کرنے کی ہدایت کی گئی ہے ۔ ابراہیم علیہ السلام کی سخت گفتگو کی آیات ملاحظہ ہوں: وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا o اِذْقَالَ لِاَبِيْهِ يٰاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا o يٰاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا o يٰاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا o يٰاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا o (پارہ۱۶،سورۃ مریم،ایت۴۵۔۴۱)

ترجمہ: اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو بیشک وہ صدیق تھا غیب کی خبریں بتاتا۔جب اپنے باپ سے بولا اے میرے باپ کیوں ایسے کو پوجتا ہے جو نہ سنے نہ دیکھے اور نہ کچھ تیرے کام آئے ۔اے میرے باپ بیشک میرے پاس وہ علم آیا جو تجھے نہ آیا تو تُو میرے پیچھے چلا آ میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں ۔اے میرے باپ شیطان کا بندہ نہ بن بیشک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے۔اے میرے باپ میں ڈرتا ہوں کہ تجھے رحمٰن کا کوئی عذاب پہنچے تو تُو شیطان کا رفیق ہوجائے۔

ان آیات کے تراجم ابتدا میں بھی ہم نے لکھ دیئے ہیں۔

حالانکہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صابر فرمایا ہے:اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ

(پارہ۱۱،سورۃالتوبۃ،ایت۱۱۴)

ترجمہ: بیشک ابراہیم ضرور بہت آہیں کرنے والا متحمّل ہے۔

خلیل وحبیب علیہم الصلوٰۃ والسلام کا نسب نامہ: تفسیر روح البیان

میں حضرت محمدﷺ کا نسب شریف حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک درج ہے مگر اس نسب میں کہیں آزر کا نام ونشان نہیں۔حضرت آدم علیہ السلام سے حضورﷺ تک کل باون حضرات حضورﷺ کے نسب میں آتے ہیں جن میں سے تیس میں اختلاف ہے باقی انیس میں اتفاق۔ان میں سے چھ حضرات نبی ہیں حضورﷺ کا نسب

نامہ جو تفسیر روح البیان میں ہے وہ یوں ہے:

(۱) حضرت آدم علیہ السلام (۲) حضرت شیث علیہ السلام (۳) انوش (۴) قینان (۵) مھلا ئیل (۶) یرد (۷) ادریس (۸) متوشلخ (۹) لمک (۱۰) نوح (۱۱) سام (۱۲) ارفخشد (۱۳) شالخ (۱۴) عابر (۱۵) فانغ (۱۶) ارغو (۱۷) ساروغ (۱۸) ناحور (۱۹) تارخ (۲۰) ابراہیم (۲۱) اسماعیل (۲۲) قیذ ار (۲۳) حمل (۲۴) نبت (۲۵) سلامان (۲۶) یشجب (۲۷) یعر ب (۲۸) ھمیسع (۲۹) یسع (۳۰) ادد (۳۱) عدنان (۳۲) معد (۳۳) نزار (۳۴) مضر (۳۵) الیاس (۳۶) مدرکہ (۳۷) خزیمہ (۳۸) کنانہ (۳۹) نضر (۴۰) مالک (۴۱) فہر (۴۲) غالب (۴۳) لوی (۴۴) کعب (۴۵) مرہ (۴۶) کلاب (۴۷) قصیٰ (۴۸) عبدمناف (۴۹) ہاشم (۵۰) شیبہ (۵۱) عبداللہ (۵۲) محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم

یہ کُل باون نام ہیں جن میں سے کوئی مشرک اور کافر نہیں سب مومن موحد متقی ہیں ان میں کُل چھ نبی ہیں۔ حضرت آدم، حضرت شیث، حضرت ادریس، حضرت نوح، حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل (علیہم السلام)۔

(تفسیر روح البیان وغیرہ) [۲]

اھل سنت کا قرآن سے استدلال: آیات قرآنیہ کی ترتیب ذیل سے بھی ہمارا مدعا روزِ روشن سے بھی روشن تر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاغْفِرْ لِاَبِیْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ (پارہ ۱۹، سورۃ الشعرآء، ایت ۸۶)

﴿**ترجمہ**: اور میرے باپ کو بخش دے بیشک وہ گمراہ ہے۔﴾ اور یہ دعا ایک وعدہ پر مبنی ہے جسے خود قرآن مجید نے بتایا کہ انبیاء علیہم السلام چونکہ عہد و وعدہ کے پابند ہوتے ہیں اسی لئے دعا کردی لیکن جب دیکھا کہ یہ ازرازلی بدقسمت ہے تو اس کے لئے دعا ترک فرمادی۔ چنانچہ باری تعالیٰ نے فرمایا: قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ

(پارہ ۱۶، سورۃ مریم، ایت ۴۷)

ترجمہ: کہا بس تجھے سلام ہے قریب ہے کہ میں تیرے لئے اپنے رب سے معافی مانگوں گا۔

وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِیَّاهُ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ

(پارہ ۱۱، سورۃ التوبۃ، ایت ۱۱۴)

ترجمہ: اور ابراہیم کا اپنے باپ کی بخشش چاہنا وہ تو نہ تھا مگر ایک وعدے کے سبب جو اس سے کر چکا تھا پھر جب ابراہیم کو کھل گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے اس سے تنکا توڑ دیا۔

یہ ابراہیم علیہ السلام کی جوانی کے ادوار کی دعاؤں کا بیان ہے اسی دورِ جوانی اور 'اب' کی دعائے بیزاری کی تصریح

---

[۲] (تفسیر روح البیان، پارہ ۶، سورۃ الانعام، آیت ۷۴، الجزء ۳، الصفحۃ ۵۴، دارالفکر-بیروت)

موجود ہے پھر بڑھاپے میں باپ کے لئے دعا مانگنا نبی خلیل علیہ السلام سے ثابت ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ o رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ o رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ o

(پارہ۱۳،سورۃ ابراھیم،ایت ۳۹۔۴۱)

ترجمہ: سب خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے بوڑھاپے میں اسماعیل واسحٰق دیئے بیشک میرا رب دعا سننے والا ہے۔اے میرے رب مجھے نماز کا قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو اے ہمارے رب اور میری دعا سن لے۔اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

ان مختصر دلائل سے واضح ہوا کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا کیونکہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یقین ہوگیا کہ آزر نہیں مانتا تو بحکم خداوندی اس کے لئے دعا مانگنے سے بیزاری کا اظہار کردیا۔جب بیزاری کا اعلان کردیا تو شانِ خلیلی کے خلاف ہے کہ وہ اس کے لئے دعا مانگیں جیسا کہ کہا رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ

(پارہ۲۹،سورۃ نوح،ایت ۲۸)

ترجمہ: اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو۔

اور یہ دعا بڑھاپے میں مانگی چنانچہ اوپر عَلَى الْكِبَرِ (بڑھاپے میں) کی تصریح موجود ہے۔ثابت ہوا کہ جن آیات میں 'اب' آیا ہے وہاں آزر 'اب' بمعنی چچا ہے اور حقیقی باپ کے لیئے وَالِدَیَّ کہہ کر دعا فرمائی۔

بڑھاپے میں دعا کی دلیل: تاریخ شاہد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے حقیقی والدین کے لئے بڑھاپے میں دعا کی۔حضرت اسماعیل واسحاق علیہم السلام کی ولادت ہوچکی تھی۔حضرت اسماعیل علیہ السلام جب پیدا ہوئے اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے اپنے والدین کے لئے اور مومنین کے لئے دعا فرمائی۔

تفصیلی دلائل: قرآن مجید میں چند آیات ہیں جن میں اشارہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا۔ان آیات کے علاوہ دیگر آیات فقیر نے اپنی تصنیف "اصل الاصول فی ایمان آباء الرسول" میں لکھی ہیں چند نمونے حاضر ہیں۔لیکن یاد رہے کہ ایمان اصول النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عقائد سے نہیں عقیدتوں میں سے ہے لہٰذا ہمارا اور روافض کا اتحاد صرف نفس مسئلہ میں ہے اور نفس مسئلہ کے اتحاد سے بھائی بھائی نہیں بن جاتا۔اس موضوع پر فقیر نے

علیحدہ کتاب ہے۔"اصل الاصول فی ایمان آباء الرسول"(آباء النبی ﷺ)

حضور ﷺ کے آباء وامہات حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تا حضرت آدم علیہ السلام تمام مؤمن وموحد تھے اور امہات از حضرت حوا تا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہن سب ہی موحدومومن تھیں آپ ﷺ کے سلسلہ نسب میں کوئی مشرک یا کافرنہیں۔

﴿قرآنی آیات واحادیث﴾

آیت نمبر ۱ : وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ (پارہ۲،سورۃ البقرۃ،ایت ۲۲۱)

ترجمہ: اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے۔

یہ مسئلہ قطعی ہے کہ مسلمان چاہے حسب نسب میں کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو وہ مشرک اعلیٰ قوم واولیٰ نسب سے بدرجہا بہتر وافضل ہے۔

حدیث نمبر ۱ : حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُونِ بَنِي آدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتَّى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِي كُنْتُ فِيهِ [۳]

یعنی ہرقرن وطبقہ میں تمام قرون آدم کے بہتر سے بھیجا گیا ہوں یہاں تک کہ اس قرن میں ہوا جس سے پیدا ہوا۔

اب اس حدیث کو آیت مذکورہ سے ملایا جائے تو دعویٰ واضح ہوجائے گا کیونکہ آیت میں فرمایا گیا ہے مشرک سے مومن غلام بہتر ہے اور حضور ﷺ کے ارشاد سے پتہ چلا ہے کہ میں خیر قرون سے ہوں۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ ایمان والوں کی پشت سے ہوں۔(وھوالمدعیٰ)

حدیث نمبر۲ : اخرج عبدالرزاق و ابن منذر بسند صحیح علی شرط الشیخین عن علی قَالَ:لَمْ يَزَلْ عَلَى وَجْهِ الدَّهْرِ فِي الْأَرْضِ سَبْعَةٌ مُسْلِمُونَ فَصَاعِدًا فَلَوْلَا ذَلِكَ هَلَكَتِ الْأَرْضُ وَمَنْ عَلَيْهَا (شرح زرقانی ،جلد ۱، الصفحة ۱۷٤) [۴]

یعنی روئے زمین پر ہرزمانے میں کم سے کم سات مسلمان رہے ہیں۔ایسانہ ہوتا توزمین واہل زمین سب ہلاک ہوجاتے۔

---

[۳] (صحیح البخاری ،کتاب المناقب ،باب صفة النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم،الجزء٤، الصفحة۱۸۹، الحدیث۳۵۵۷،دار طوق النجاة)

[۴] (شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة،المقصد الأول: فی تشریف اللّٰہ تعالی له علیه الصلاة والسلام ،ذکر وفاة أمه وما یتعلق بأبویه صلی اللّٰہ علیه وسلم ،جلد ۱، الصفحة۳۲۷،دارالکتب العلمیة)

فائدہ: ان ساتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کوشمار کیا جائے تو کون سا حرج ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کو انبیاءعلیہم السلام کا اعزاز واکرام مطلوب ہے۔یہی اسلاف صالحین نے فرمایا چنانچہ حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ والمعنی ان الکافر لایستأھل شرعاً ان یطلق علیہ انہ من خیار القرن (الخ) ۵ ﴿یعنی شرعاً کافر ہرگز اس کا اہل نہیں ہوسکتا کہ وہ خیر قرن سے ہو۔خیر قرن مومن ہی ہوسکتا ہے۔﴾ لہٰذا حضورﷺ کے اُصول سب مومن ہی قرار پائے۔

آیت نمبر ۲: اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (پارہ۱۰،سورۃ التوبۃ،ایت ۲۸)

ترجمہ: مشرک نرے ناپاک ہیں۔

حدیث نمبر۳: حضورﷺ کا ارشاد ہے: لَمْ أَزَلْ أُنْقَلُ مِنْ أَصْلَابِ الطَّاهِرِينَ إِلَى أَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ

(شرح زرقانی ،جلد۱، الصفحۃ ۱۷۴) ۶

یعنی میں ہمیشہ پاک مردوں کے پشتوں سے پاک بیبیوں کے پیٹوں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

اب مندرجہ بالا آیت وحدیث کو آپس میں ملایا جائے تو مطلب بالکل واضح ہوجائے گا کیوں کہ قرآن عظیم الشان نے بلا شبہ مشرکین کے نجس ہونے کا فیصلہ فرمایا اور حدیث پاک میں حضورﷺ نے اپنے آباء امہات کو طیب وطاہر فرمایا۔

آیت نمبر ۳: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

(پارہ۲۸،سورۃ المنافقون،ایت ۸)

ترجمہ: اورعزّت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

اس آیت میں عزت واکرام کا حصر (حد،سمجھنا) اللہ عزوجل نے مومنین میں فرمایا اور کافر چاہے کیسا ہی اُونچے قوم کا کیوں نہ ہو ذلیل ولئیم ٹھہرا۔نبی کا کسی بھی ذلیل لئیم کی پشت اور نسب سے ہونا کوئی مدح نہیں۔حالانکہ اس آیت کریمہ کو اللہ تعالیٰ نے حضور کے مقامِ مدح میں نازل فرمایا۔اس سے معلوم ہوا کہ حضورﷺ کے آباؤاجداد اشرف تھے اور اشرف کافرومشرک نہیں ہوسکتا بلکہ مومن موحد ہی اشرف واکرم ہوسکتا ہے۔

---

۵ (فتاوی رضویہ،کتاب فضائل وخصائص،جلد۳۰،صفحہ۲۶۷تا۲۶۹،رضافاؤنڈیشن)

۶ (شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية بالمنح المحمدية،المقصد الأول: فی تشريف اللّٰه تعالی له عليه الصلاة والسلام ،ذکر وفاة أمه وما يتعلق بأبويه صلی اللّٰه عليه وسلم ،جلد۱، الصفحة۳۲۷،دارالکتب العلمية)

عقلی دلیل: کسی ذلیل اور رذیل شخص پر نسب میں فخر کرنا عقلاً اور عرفاً باطل ہے لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنے فضائل کریمہ کے بیان میں رجز اور مدح کے متعدد دفعہ اپنے آباء کرام وامہات طیبات کا ذکر فرمایا۔ جنگ حنین میں جب کچھ دیر کے لئے کفار نے غلبہ پایا اور چند لوگ پناہ رسالت میں باقی رہے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول پر جلالیت طاری ہوئی اور فرمایا: أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ [1]

یعنی میں نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں میں بیٹا ہوں عبدالمطلب کا۔

آیت نمبر ٤: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (پارہ ۸، سورۃ الانعام، ایت ۱۲۴)

ترجمہ: اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔

رب العزت سب سے زیادہ معزز ومحترم جگہ وضع رسالت کے لئے انتخاب فرماتا ہے لہٰذا کبھی کم قوموں رذیلوں میں رسالت نہیں رکھی۔ پھر کفر وشرک سے زیادہ رذیل کون سی چیز ہوسکتی ہے وہ کیونکر اس قابل ہو کہ اللہ عزوجل نورِ رسالت اس میں ودیعت رکھے۔ کفار محل غضب ولعنت ہیں اور نورِ رسالت کے وضع کو محل رضا رحمت درکار ہے تو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا نور اصلابِ طیبہ سے ارحامِ طاہرہ کی طرف گردش کرتا ہوا حضرت عبداللہ اور آمنہ خاتون کے درمیان ظاہر ہوا۔ وہ سب کے سب کفر وشرک الحاد وبے دینی کے آلودگیوں سے پاک ومنزہ تھے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ○

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ○ (پارہ ۳۰، سورۃ البینۃ، ایت ۶، ۷)

ترجمہ: بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنّم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔ بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔

---

[1] (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب قول اللّٰه تعالىٰ "يوم الحنين الخ" التوبة: ٢٦، الجزء٥، الصفحة١٥٣، الحديث٤٣١٥، دار طوق النجاة)

(صحيح مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب في غزوة حنين، الجزء٣، الصفحة١٤٠٠، الحديث١٧٧٥، دار احياء التراث العربي-بيروت)

(مسند احمد، كتاب مسند الكوفيين، حديث البراء بن عازب رضى اللّٰه تعالى عنه، الجزء٣٠، الصفحة٤١٣، حديث١٨٤٦٨، مؤسسة الرسالة)

حدیث نمبر٤: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ قُصَيِّ بْنِ كِلابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ بْنِ فِهْرِ بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ مُدْرِكَةَ بْنِ إِلْيَاسَ بْنِ مُضَرَ بْنِ نِزَارِ بْنِ مَعَدِّ بْنِ عَدْنَانَ بْنِ أُدَدَ ـ

مَا افْتَرَقَ النَّاسُ فِرْقَتَيْنِ إِلَّا جَعَلَنِي اللَّهُ فِي خَيْرِهِمَا ، فَأُخْرِجْتُ مِنْ بَيْنِ أَبَوَيَّ ، فَلَمْ يُصِبْنِي شَيْءٌ مِنْ عَهْدِ الْجَاهِلِيَّةِ ، وَخَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ وَلَمْ أَخْرُجْ مِنْ سِفَاحٍ مِنْ لَدُنْ آدَمَ حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى أَبِي وَأُمِّي ، فَأَنَا خَيْرُكُمْ نَفْسًا وَخَيْرُكُمْ أَبًا [٨]

یعنی میں ہوں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم یوں ہی اکیس پشت تک نسب نامہ مبارک بیان کر کے فرمایا کبھی لوگ دو گروہ نہ ہوئے مگر یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بہتر گروہ میں کیا تو میں اپنے ماں باپ سے اس طرح پیدا ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہونچی اور میں خالص نکاحِ صحیح سے پیدا ہوا۔آدم سے لے کر اپنے ابوین تک۔تو میرا نفس کریم سب سے افضل اور میرے باپ تم سب کے آباء سے بہتر۔

آیت مندرجہ بالا میں رب العزت نے کفار اور مشرکین کو شر البریہ فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَأَنَا خَيْرُكُمْ نَفْسًا وَخَيْرُكُمْ أَبًا [٩]

یعنی میں تم سے ذات اور باپ کے اعتبار سے اچھا ہوں۔

جس سے آفتابِ نیم روز سے مطلوب زیادہ روشن ہوا کہ سلسلۂ نبوی میں کوئی مشرک داخل نہیں ورنہ حضور کا خیر 'اب'، ہونا کس طرح ثابت ہوسکتا ہے۔

مختارون وان الاباء کرام ،والامهات طاهرات ،وايضا قال تعالى وتقلبك فى السجدين على احد التفاسير فيه ان المراد تنقل نوره من ساجد الى ساجد الخ [١٠]

---

[٨] (دلائل النبوة للبيهقي،جمع أبواب مولد النبي صلى الله عليه وسلم ،باب ذكر شرف أصل رسول الله صلى الله عليه وسلم ونسبه،،الجزء١ ،الصفحة١٧٥ـ١٧٤، دارالكتب العلمية بيروت)

(تاريخ دمشق الكبير، با ب ذكرمعرفةنسبه،الجزء٣، الصفحة ٣٠،دار احياء التراث العربى- بيروت)

[٩] (دلائل النبوة للبيهقي،جمع أبواب مولد النبي صلى الله عليه وسلم ،باب ذكر شرف أصل رسول الله صلى الله عليه وسلم ونسبه،،الجزء١ ،الصفحة١٧٥ـ١٧٤، دارالكتب العلمية - بيروت)

[١٠] (افضل القرى لقراء ام القرى،جلد١ ،صفحه١٥١ ،شعر المجمع الثقافى ابو ظهبى)

یعنی نبی کریم ﷺ کے سلسلہ نسب میں (جتنے انبیاء ہیں وہ تو انبیاء ہی ہیں) اس کے سوا حضور ﷺ کے پاس جس قدر آباء وامہات آدم وحوا تک ہیں ان میں کوئی کافر نہ تھا کہ کافر کو پسندیدہ یا کریم یا پاک نہیں کہا جا سکتا اور حضور ﷺ کے آباء امہات کی نسبت حدیثوں میں تصریح کی گئی ہے کہ وہ سب پسندیدہ بارگاہ الٰہی ہیں۔ آبا سب کرام ہیں مائیں سب پاکیزہ ہیں۔

آیۃ کریمہ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ o (پارہ۱۹،سورۃ الشعرآء،ایت ۲۱۹) ﴿اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔﴾ کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ نبی علیہ السلام کا نور ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا آیا۔ اس سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ کے والدین ماجدین اہلِ جنت ہیں کیونکہ ساجد مشرک و کافر نہیں ہوتے مومن وموحد ہی ہوتے ہیں۔

فائدہ: آیت ہذا کی مزید تفاسیر یہ ہیں۔

(۱) حضور ﷺ تہجد گزاروں کا جائزہ لیتے کون پڑھتا ہے کون نہیں۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ

(۲) حضور ﷺ نے فرمایا: مَا يَخْفَى عَلَيَّ رُكُوعُكُمْ وَلَا سُجُودُكُمْ [۱]

یعنی محبوب نماز میں تیرے رکوع وسجود کو خدا دیکھتا ہے۔



گویا نمازوں میں اپنی توجہات سے گھوم رہے ہیں۔

﴿احادیث مبارکہ﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے مؤمن ہونے پر مندرجہ ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں۔

(۱) صحیح بخاری شریف کے یہ الفاظ ہیں ابوسفیان نے جواب دیا: هُوَ فِينَا ذُو نَسَبٍ [۲]

یعنی وہ ہم میں بڑے نسب والا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں بزاز کی روایت میں یہ الفاظ زائد بھی ہیں:

لَا يَفْضُلُ عَلَيْهِ أَحَدٌ [۳]

یعنی حسب ونسب اور خاندانی شرف میں کوئی ان سے بڑھ کر نہیں۔

---

[۱] (صحیح مسلم،کتاب الصلاۃ،باب الامر بتحسین الصلاۃ واتمامها والخشوع فیها، الجزء۱، الصفحة۳۱۹،الحدیث ٤٢٤،دار احیاء التراث العربی- بیروت)

[۲] (صحیح البخاری ،بدء الوحی،کیف کان بدء الوحی الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، الجزء۱، الصفحة۸، حدیث۷،دارطوق النجاۃ)

[۳] (فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن حجر عسقلانی،قوله باب قوله تعالیٰ قل یا اهل الکتاب تعالوا الخ ، الجزء۸، الصفحة۲۱۷،دارالمعرفة-بیروت)

قیصرِ روم کے اس سوال اور ابوسفیان کے اس جواب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب ونسب کا عمدہ ہونا مطہر ہوا۔ مقدس ہونا واضح طور پر سمجھ آرہا ہے پھر قیصر نے اپنی زبان سے بھی اعتراف کیا:

وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِيْ نَسَبِ قَوْمِهَا [14]

یعنی پیغمبر ہمیشہ شریف خاندان سے ہی ہوتے ہیں۔

بت پرستی، جہالت، کفر، بدکرداری شرافت کے منافی ہیں۔

فائدہ: علامہ آلوسی نے اس ضمن میں ابوالحسن علی الماوردی کی کتاب أعلام النبوة سے یہ عبارت نقل کی ہے: كان أنبياء الله صفوة عباده و خيرة خلقه لما كلفهم من من القيام بحقه استخلصهم من أكرم العناصر و أمدهم بأوكد الأواصر حفظا لنسبهم من قدح و لمنصبهم من جرح الخ [15]

یعنی نبی اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں سے چنے ہوئے ہوتے ہیں اور اس کی تمام مخلوق سے بہتر ہوتے ہیں انہیں ایسے عناصر سے چنا ہے جو کریم ہیں اور ایسے رشتوں سے انہیں مضبوط کیا ہے جو نہایت پختہ ہیں۔

تاکہ ان کی نسبت کے ہر اعتراض سے حفاظت کی جا سکے اور ان کے منصب کو ہر عیب سے بچایا جا سکے تاکہ لوگوں کے نفوس ان کے سامنے سر جھکا لیں اور ان کے دل ان کی باتوں کو غور سے سن سکیں اور ان کا حکم سننے میں جلدی کریں اور ان کے حکم ماننے میں کوتاہی نہ کریں۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ [16]

یعنی میں اولادِ آدم کا سردار ہوں۔

اگر خدانخواستہ کوئی نسبی خامی واقع ہو تو سردار کیسے ہوں یعنی کسی نقص کا ہونا سردار ہونے کے منافی ہے۔

فائدہ: عربوں میں بھی نسب دانی کا خاصا اہتمام ہوتا تھا۔ انسان تو انسان جانوروں کے نسب بھی یاد رکھے جاتے

---

[14] (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب بدء الوحی، جلد ۱، صفحہ ۳۶، دارالمعرفة، بیروت)

(شرح النوی علی مسلم، کتاب الجهاد و السیر، باب كتاب النبی صلی الله علیه وسلم إلى هرقل يدعوه إلى الإسلام، الجزء۳، الصفحة ۴۴۹، الحديث ۱۷۷۳، دارالخیر)

[15] (أعلام النبوة، الباب الثامن عشر: فی مباداء نسبه و طهارة مولده صلی اللّٰه تعالی علیه و سلم، الصفحة ۲۱۵، دار الكتاب العربی، بیروت)

[16] (سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الشفاعة، الجزء ۱، الصفحة ۱۴۴۰، حديث ۴۳۰۸، دار احياء الكتب العربية)

تھے اور ان پر فخر کیا جاتا تھا۔نسب میں یہاں تک خیال رکھا جاتا تھا کہ کون آزاد عورت کے بطن سے ہے اور کون لونڈی کے۔کس نے شریف عورت کا دودھ پیا ہے اور کس نے رذیلہ کا جیسا کہ حلیمہ بن اکوع کے شعر سے واضح ہوتا ہے۔آپ نے فرمایا آج معلوم ہوگا کس نے آزاد عورت کا دودھ پیا ہے اور کس نے لونڈی کا میں اکوع کا بیٹا ہوں۔دورِ جاہلیت کے ایک اور شعر سے مزید اس صورت کا پتہ چلتا ہے کہ عربوں میں نسب کے سلسلہ میں کس قدر احساس تھا وہ کہتا ہے:

لَوْ كُنْتُ مِنْ مَازِنٍ لَمْ تَسْتَبِحْ إِبِلِي بَنُو اللَّقِيطَةِ مِنْ ذُهْلِ بْنِ شَيْبَانَا [۱۷]

یعنی اگر میں قبیلہ مازن سے ہوتا تو ایک ترک سیر سے اُٹھائی گئی عورت کے بیٹے جو قبیلہ ذھل بن شیبان سے منسوب ہیں ہرگز میرے اُونٹ نہ پکڑ سکتے۔

اس شاعر نے انہیں حقارت کی نظر سے بنو اللقیط سے تعبیر کیا ہے۔

انتباہ: نبی پاک کو نسب کا علم اتنا وسیع تر تھا کہ اہل اسلام تو سرِ تسلیم خم کرتے یہودیوں کو بھی اقرار تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نسب میں بہت بڑے عالم ہیں۔اس علمی قوت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا طیب وطاہر بتایا۔

فائدہ: اسی لئے علامہ ابوالحسن علی الماوردی نے اپنی کتاب اعلام النبوۃ میں بطور فیصلہ لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد میں کوئی شخص بھی رذیل نہیں۔سب آباؤ اجداد شریف عظیم سردار اور قائد ہیں۔تمام کے تمام عقلاء حکماء سادات تھے۔جن آباؤ اجداد کے ملت ابراہیمی پر ہونے کے واضح دلائل نہیں ملتے ان کے حالاتِ زندگی ان کے سلیم الفطرت ہونے پر واضح دلائل ہیں۔اسی مقام پر ان کی دوسری جاندار دلیل اس طرح ہے۔

شرف النسب من شروط النبوة [۱۸]

یعنی نسب کا اعلیٰ ہونا نبوت کے شرائط میں ہے۔

(۳) سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- :-
فَأَهْبَطَنِي اللَّهُ إِلَى الْأَرْضِ فِي صُلْبِ آدَمَ ، وَجَعَلَنِي فِي صُلْبِ نُوحٍ ، وَقَذَفَ بِي فِي صُلْبِ إِبْرَاهِيمَ ، ثُمَّ لَمْ يَزَلِ اللَّهُ -تَعَالَى- يَنْقُلُنِي مِنَ الْأَصْلَابِ الْكَرِيمَةِ ، وَالْأَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ ، حَتَّى أَخْرَجَنِي مِنْ بَيْنِ

---

[۱۷] (لسان العرب، حرف اللام، لقط،الجزء ۱۳،الصفحة ۲۲۲،دار صادر)

[۱۸] (أعلام النبوة،الباب الثامن عشر:فی مبادء نسبه و طهارة مولده صلى الله تعالى عليه و سلم، الصفحة ۲۰۳،دار الكتاب العربی،بیروت)

أَبَوَىَّ لَمْ يَلْتَقِيَا عَلَى سِفَاحٍ قَطُّ [19]

یعنی حضور ﷺ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے صلب امام میں رکھ کر زمین پر اُتارا اور مجھے صلب نوح اور صلب ابراہیم علیہم السلام تک پہنچایا۔ میرا اللہ تعالیٰ مجھے اصلاب ِطیب اور ارحام ِطاہرہ میں منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ میں اپنے والدین سے پیدا ہوا اور آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین تک کوئی زانی نہیں۔

فــــائــده: نبی پاک ﷺ اتنا وثوق سے نسب کی طہارت بیان فرما رہے ہیں ورنہ عام آدمی تو اپنے والدین یا کسی دوسرے کے لئے ایسا باوثوق بیان نہیں دے سکتا۔

(۴) وأخرج ابن مردويه عَنْ أَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنهُ قَالَ قَرَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى الله عَلَيه وسَلَّم لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفَسِكُمْ "بفتح الفاء" وَقَالَ أَنَا اَنْفَسِكُمْ نَسَبًا وَصِهْرًا وَحَسَبًا لَيْسَ فِى آبَائِى مِنْ لَدُنْ آدَمَ سِفَاحٌ كُلُّهَا نِكَاحٌ [20]

یعنی ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ قرآن کی آیت تلاوت فرمائی ''لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفَسِكُمْ'' اور ''اَنْفُسِكُمْ'' کے بجائے ''اَنْفَسِكُمْ'' یعنی فاء کی زبر کے ساتھ پڑھا اور (اس کی وضاحت کرتے ہوئے ساتھ) ارشاد فرمایا کہ میں حسب ونسب کی پاکیزگی اور قرابت داری کی نفاست میں تم سب سے بڑھ کر ہوں۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر اب تک میرے آباء واجداد کا دامن عصمت بدکاری سے ہمیشہ پاک رہا۔ سبھی نکاح کے مقدس اور جائز طریقہ سے پیدا ہوئے۔

(۵) حضرت عباس فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ممبر پر ارشاد فرمایا: أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِى فِى خَيْرِ خَلْقِهِ وَجَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِى فِى خَيْرِ فِرْقَةٍ وَخَلَقَ الْقَبَائِلَ فَجَعَلَنِى فِى خَيْرِ قَبِيلَةٍ وَجَعَلَهُمْ بُيُوتًا فَجَعَلَنِى فِى خَيْرِهِمْ بَيْتًا فَأَنَا خَيْرُكُمْ [21]

---

[19] (الشفا بتعريف حقوق المصطفى،القسم الأول فى تعظيم العلى الأعلى لقدر هذا النبى المصطفى صلى الله عليه وسلم قولا وفعلا،الباب الثانى فى تكميل اللّٰه تعالى له المحاسن خلقا و خلقا وقرانه جميع الفضائل الدينية و الدنيوية فيه نسقا،الفصل السادس شرف نسبه و كرم بلده ومنشئه،الجزء١،الصفحة ١٦٥،دارالفكر)

[20] (الخصائص الكبرىٰ،باب اخبار الكهان به قبل مبعثه ،الجزء١،الصفحة ٦٧،دارالكتب العلمية،بيروت)

[21] (مسند احمد ،كتاب ومن مسند بنى هاشم ،الباب حديث العباس بن عبدالمطلب رضى اللّٰه تعالى عنه عن النبى،الجزء٣، الصفحة٣٠٣، حديث١٧٨٨، مؤسسة الرسالة)

یعنی میں محمدﷺ ابن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے بہترین مخلوق (انسانوں) سے پیدا فرمایا اور پھر انسانوں کے دو گروہ (عرب وعجم) کئے اور مجھے بہتر گروہ (عرب) میں رکھا پھر مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا۔ پھر قریش کے چند خاندان تو مجھے سب سے اچھے خاندان بنی ہاشم میں سے کیا۔ میں ذاتی اور خاندانی طور پر سب سے اچھا ہوں۔

(۶) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ لَمْ يَزَلْ عَلَى وَجْهِ الدَّهْرِ فِي الْأَرْضِ سَبْعَةٌ مُسْلِمُونَ فَصَاعِدًا فَلَوْلَا ذٰلِكَ هَلَكَتِ الْأَرْضُ وَمَنْ عَلَيْهَا [۲۲]

یعنی زمین پر ہر زمانہ میں کم از کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین اور اہل زمین سب ہلاک ہو جاتے۔

فائدہ: جب ہر زمانہ میں سات مسلمانوں کا ہونا ضروری ہے تو ان ساتوں میں حضورﷺ کے آباؤاجداد میں سے تسلیم کرلیا جائے تو کیا یہ نبوت سے حسن ظن اور محبت وعقیدت کی دلیل نہ ہوگی اس میں حسن ظن رکھنے والا رسول اکرمﷺ سے عقیدت ومحبت کرکے اپنے مؤمن ہونے کا ثبوت دیگا اس کے برعکس رسول اللہﷺ کے متعلقات میں بدگمانی، منافقت اور بے ایمانی کی نشانی ہے۔

(۷) حضورﷺ نے فرمایا: بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُونِ بَنِي آدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتَّى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِي كُنْتُ فِيهِ [۲۳]

یعنی ہر قرن وہر طبقہ میں تمام قرون بنی آدم کے بہتر سے بھیجا گیا یہاں کہ اس قرن میں ہوا جس میں پیدا ہوا۔

حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اسی کی شرح میں فرماتے ہیں: وَالْمُرَادُ بِالْبَعْثِ تَقَلُّبُهُ فِي أَصْلَابِ الْآبَاءِ أَبًا فَأَبًا قَرْنًا فَقَرْنًا [۲۴]

یعنی حضورﷺ کا خیر القرون میں مبعوث ہونے سے حضورﷺ کا تمام آباء واجداد کے پشتوں میں یکے بعد دیگرے منتقل ہونا مراد ہے۔

---

[۲۲] (الحاوی للفتاوی، الفتاوی الحدیثیة، کتاب البعث، مبحث المعاد، مسالك الحنفا فی والدی المصطفی، الجزء ١، الصفحة ٢٥٧، دار الفکر للطباعة والنشر)

[۲۳] (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، الجزء ٤، الصفحة ١٨٩، حدیث ٣٥٥٧، دار طوق النجاة)

[۲۴] (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الفضائل، باب فضائل سید المرسلین صلوات اللّٰہ وسلامه علیه، الجزء ٩، الصفحة ٣٦٧١، الحدیث ٥٧٣٩، دار الفکر)

فائدہ: حضورﷺ کے سلسلہ نسب میں صلب آدم علیہ السلام سے بطن حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک تمام آباء و امہات کے اصلاب کریمہ وارحام طاہرہ میں سے ہر ایک میں نورِ مصطفوی منتقل ہوا ان میں کچھ تو انبیائے کرام علیہم السلام ہیں اور باقی تمام آباؤ و امہات مومن وموحد اور خیر القرون وخیر البریہ میں سے تھے۔ آدم علیہ السلام سے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک سلسلہ نسب میں ایسا کوئی نہیں ہے جس میں نورِ مصطفویٰ منتقل نہ ہوا ہو اور نہ سلسلہ نسب میں ایسا کوئی ہے جو کافر یا مشرک رہا ہو۔ چنانچہ الصاوی علی الجلالین ،جلد دوم میں ہے: قاله المحققون ان نسب رسول الله ﷺ محفوظ من الشرك فلم يسجد احدمن آبائه من عبدالله الیٰ آدم لصنم قط وبذلك قال المفسرون فی قوله تعالیٰ و تقلبك فی الساجدين۔ [25]

یعنی علمائے محققین نے یہ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا سلسلہ نسب شرک سے محفوظ ہے۔ حضرت عبداللہ سے آدم علیہ السلام تک ان کے آباء واجداد میں سے کسی نے بھی کبھی کسی بت کو سجدہ نہ کیا یہی تفسیر کی ہے مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے فرمان وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ (پارہ ۱۹، سورۃ الشعرآء ، ایت ۲۱۹) ﴿ترجمہ: اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔﴾ میں۔



یعنی نبی ﷺ کا نور ایک ساجد سے دوسرے تک منتقل ہوتا آیا۔

جلیل القدر صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی تفسیر تنویر المقباس میں اسی آیت کے تحت فرمایا: ويقال فی أصلاب آبائك الأولين [26]

یعنی تیرے ان آباؤ اجداد کے پشتوں میں جو گزر چکے ہیں۔

نوٹ: مزید آیات واحادیث فقیر نے اپنی تصنیف "اصل الاصول فی ایمان اصول الرسول ﷺ" میں لکھ دی ہے۔

حوالہ جات تفاسیر القرآن وغیرھا:

(۱) تفسیر جلالین میں ہے، وَ "إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيم لِأَبِيْهِ آزَرَ "هُوَ لَقَبه وَاسْمُهُ تَارِخ " [27] یعنی (اور) یاد کرو (جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا) یہ اُس کا لقب تھا اور اُس کا نام تارخ تھا۔

---

[25] (حاشية الصاوى على تفسير الجلالين، سورة الانعام، الجزء٢، الصفحة ٢٢ الى ٢٣، الآيت ٧٤، العامرية الشرفية -طبع بالمطبعة الازهريةمصر)

[26] (تنوير المقباس، سوره الشعراء، آيت ٢١٩، الصفحة ٣١٥، دارالكتب العلمية-لبنان)

[27] (تفسير الجلالين، سورةالانعام، آيت ٧٤، الصفحة ١٧٤، دارالحديث-القاهرة)

(۲)تفسیر جمل، جلد۲، صفحہ ۴۸

(۳)روح المعانی اس آیت کے تحت یہی نتیجہ نکالا ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا آپ کے حقیقی والد تارخ تھے۔ [28]

(۴)سیرۃ حلبی، جلد۱، صفحہ ۴۸ میں ہے: اجمع اهل الكتاب على ان آزر كان عمه، والعرب تسمى العم أبا كما تسمى الخالة أما الخ

أن أبا ابراهيم كان اسمه تارخ بالمثناة فوق والمعجمة كما عليه جمهور أهل النسب، وقيل بالمهملة وعليه اقتصر الحافظ فى الفتح لاآزر۔ (سيرة حلبى، جلد ۱، صفحه ۴۸) [29]

یعنی اہل کتاب نے اجماع کیا ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا اور عرب چچا کو 'اب' کہہ دیتے ہیں جیسے خالہ کو ماں کہتے ہیں اس معنی پر ابراہیم علیہ السلام کا باپ تارخ تھا نہ کہ آزر۔

(۵)فتاویٰ خیریہ، جلد۲، صفحہ ۳۶۶ میں ہے کہ وفى القاموس آزر كها جراسم عم ابراهيم واما ابوه تارخ وذلك لان اهل الكتاب اجمهور عطى انه لم يكن اباه حقيقة بل لولم يجمعوا على ذلك لوجب تاويله بذلك جمعا بين الاحاديث۔

یعنی قاموس میں ہے آزر ہاجر کی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا ہاں آپ کے والد گرامی کا نام تارخ تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب نے اجماع کیا ہے کہ آزر آپ کا حقیقی باپ نہ تھا بلکہ اگر اجماع نہ بھی کرتے تب بھی اس کی تاویل ضروری تھی تا کہ احادیث کے درمیان مطابقت ہو۔

(۶)تفسیر صاوی تحت آیت ہذا میں ہے: وإنما سماه أباً على عادة العرب من تسمية العم أباً

یعنی عرب کی عادت میں ہے کہ عم کو 'اب' کہہ دیتے ہیں۔

(۷)اسی تفسیر صاوی میں ہے: وأجاب بعضحم أيضاً بمنع أن آزر بل كان عمه وكان كافراً وتارخ أبوه مات في الفترة ولم يثبت سجوده لصنم [30]

---

[28] (روح المعانی، پاره ٦، سوره الانعام، آيت ٧٤، الجزء٤، الصفحة ١٨٤، دارالكتب العلمية-بيروت)

[29] (السيرة الحلبية، باب: نسبه الشريف صلى الله عليه وسلم، الجزء١، الصفحة ٤٥، دارالكتب العلمية -بيروت)

[30] (حاشية الصاوى على تفسير الجلالين، سورة الانعام، الجزء٢، الصفحة ٢٢ الى ٢٣، الآيت ٧٤، العامرية الشرفية -طبع بالمطبعة الازهريةمصر)

یعنی بعض لوگوں نے جواب دیا کہ آزران کا باپ نہ تھا بلکہ چچا تھا اور کافر تھا۔

فی القاموس آزر اسم عم ابراھیم واسم ابیہ تارخ ۔ (تفسیر مظھری) [31]

یعنی قاموس میں ہے کہ آزر حضرت ابراھیم علیہ السلام کا چچا تھا اور آپ علیہ السلام کے والد کا نام تارخ تھا۔

(۸) مسالک الحنفاء میں امام سیوطی فرماتے ہیں: وَهَذَا الْقَوْلُ – أَعْنِي أَنْ آزر لَيْسَ أَبَا إِبْرَاهِيمَ – وَرَدَ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ السَّلَفِ، أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ بِسَنَدٍ ضَعِيفٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ:"وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ" (الانعام ٧٤)

قَالَ: إِنَّ أَبَا إِبْرَاهِيمَ لَمْ يَكُنِ اسْمُهُ آزر وَإِنَّمَا كَانَ اسْمُهُ تارح (مسالك الحنفاء) [32]

یعنی یہ قول کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا ایک جماعت سلف سے وارد ہوا ابن ابی حاتم بسند ضعیف ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیت کریمہ (واذ قال ابراھیم لابیہ آزر) کی تفسیر میں روایت کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا اس کے باپ کا نام تارخ تھا۔



اسی میں مجاہد سے ہے: لَيْسَ آزر أَبَا إِبْرَاهِيمَ

یعنی آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا۔

اسی میں ابن جریح سے بسند صحیح بروایت ابن المنذر رہے کہ ابن جریح نے فرمایا:

لَيْسَ آزر بِأَبِيهِ إِنَّمَا هُوَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ تَيْرَحَ – أَوْ تَارَحَ – بْنِ شَارُوخَ بْنِ نَاحُورَ بْنِ فَالِخٍ

اسی میں اسدی سے بسند صحیح بطریق ابن ابی حاتم مروی ہوا:

أَنَّهُ قِيلَ لَهُ اسْمُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ آزر، فَقَالَ: بَلِ اسْمُهُ تارح [33]

یعنی اسدی سے کہا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا بلکہ ان کے والد کا نام تارخ تھا۔

---

[31] (التفسير المظهری، پاره ٦، سوره الانعام، آيت ٧٤، الجزء٣، الصفحة ٢٥٦، مكتبة الرشدية - الباكستان)

[32] (الحاوی للفتاوی، الباب مسالك الحنفاء فی والدی المصطفی، الجزء٢، الصفحة ٢٥٩، دارالفكر للطباعة والنشر، بيروت- لبنان)

[33] (الحاوی للفتاوی، الباب مسالك الحنفاء فی والدی المصطفی، الجزء٢، الصفحة ٢٥٩، دارالفكر للطباعة والنشر، بيروت- لبنان)

(۹) قاضی ثناءاللہ پانی پتی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر میں اس مقام پر فرماتے ہیں آزرابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام تھا اور آپ کے والد کا نام تارخ تھا۔ ۳۴

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان آباء النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم غیر الانبیاء، وأماته الی آدم وحواء لیس فیھم کافر، لأن الکافر لایقال فی حقه مختار، وقد صرحت احادیث بانھم مختارون وان الاباء کرام ما لا مھات طاھر و ایضاً قال تعالیٰ وتقلبك فی الساجدین علی احدا لتفاسیر فیه ان المراد تنقل نورہ من ساجد الیٰ ساجدالخ۔(رسائل سیوطی) ۳۵

یعنی نبی کریم ﷺ کے سلسلہ نسب میں (جتنے انبیاء ہیں وہ تو انبیاء ہی ہیں) اس کے سوا حضور ﷺ کے پاس جس قدر آباء وامہات آدم وحوا تک ہیں ان میں کوئی کافر نہ تھا کہ کافر کو پسندیدہ یا کریم یا پاک نہیں کہا جاسکتا اور حضور ﷺ کے آباء امہات کی نسبت حدیثوں میں تصریح کی گئی ہے کہ وہ سب پسندیدہ بارگاہ الٰہی ہیں۔ آباء سب کرام ہیں مائیں سب پاکیزہ ہیں۔

آیۂ کریمہ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَo (پارہ۱۹،سورۃ الشعراء،آیت۲۱۹) ﴿ترجمہ: اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔﴾ کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ نبی علیہ السلام کا نور ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا آیا۔

اس سے صاف ثابت ہورہا ہے کہ حضور ﷺ کے والدین ماجدین اہل جنت ہیں کیونکہ ساجد مشرک و کافر نہیں ہوتے مومن وموحد ہی ہوتے ہیں۔

(۱۱) حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسالك الحنفاء میں لکھتے ہیں: وَيرَشِّحُهُ أَيْضًا مَا أَخْرَجَهُ ابن المنذر فِي تَفْسِيرِهِ بِسَنَدٍ صَحِيحٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدَ قَالَ: لَمَا أَرَادُوا أَنْ يُلْقُوا إِبْرَاهِيمَ فِي النَّارِ جَعَلُوا يَجْمَعُونَ الْحَطَبَ حَتَّى أَنْ كَانَتِ الْعَجُوزُ لَتَجْمَعُ الْحَطَبَ، فَلَمَّا أَنْ أَرَادُوا أَنْ يُلْقُوهُ فِي النَّارِ قَالَ: حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ، فَلَمَّا أَلْقَوْهُ قَالَ اللَّهُ: فَقَالَ عَمُّ إِبْرَاهِيمَ: مِنْ أَجْلِي دَفَعَ عَنْهُ، فَأَرْسَلَ اللَّهُ

۳۴ (التفسیر المظھری،پارہ ٦ ،سورہ الانعام، آیت ٧٤،الجزء٣، الصفحة٢٥٦،مکتبة الرشدیة - الباکستان)

۳۵ (المنح المکیة فی شرح الھمزیة للھیتمی، الصفحة ٩٩، دارالمنھاج -بیروت، لبنان)

(غایة المنی شرح سفینة النجا ،کتاب العقائد،حکم أبوی رسول صلی اللّٰہ علیه وسلم، الصفحة٤٩،مکتبة تریم الحدیثة، الجمھوریة الیمنیة)

عَلَيْهِ شَرَارَةٌ مِنَ النَّارِ فَوَقَعَتْ عَلَى قَدَمِهِ فَأَحْرَقَتْهُ، فَقَدْ صَرَّحَ فِي هَذَا الْأَثَرِ بِعَمِّ إِبْرَاهِيمَ، وَفِيهِ فَائِدَةٌ أُخْرَى، وَهُوَ أَنَّهُ هَلَكَ فِي أَيَّامِ إِلْقَاءِ إِبْرَاهِيمَ فِي النَّارِ، وَقَدْ أَخْبَرَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ فِي الْقُرْآنِ بِأَنَّ إِبْرَاهِيمَ تَرَكَ الِاسْتِغْفَارَ لَهُ لَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ، وَوَرَدَتِ الْآثَارُ بِأَنَّ ذَلِكَ تَبَيَّنَ لَهُ لَمَّا مَاتَ مُشْرِكًا وَأَنَّهُ لَمْ يَسْتَغْفِرْ لَهُ بَعْدَ ذَلِكَ. [۳۶]

فَاسْتَغْفَرَ لِوَالِدَيْهِ وَذَلِكَ بَعْدَ هَلَاكِ عَمِّهِ بِمُدَّةٍ طَوِيلَةٍ، فَيُسْتَنْبَطُ مِنْ هَذَا أَنَّ الذِّكْرَ فِي الْقُرْآنِ بِالْكُفْرِ وَالتَّبَرِّي مِنَ الِاسْتِغْفَارِ لَهُ هُوَ عَمُّهُ لَا أَبُوهُ الْحَقِيقِيُّ، فَلِلَّهِ الْحَمْدُ عَلَى مَا أَلْهَمَ [۳۷]

خلاصہ عبارت یہ کہ اس قول کی تائید اس اثر سے ہوئی ہے جو ابن المنذر نے بسند صحیح سلیمان بن صرد سے روایت کیا کہ اُنہوں نے فرمایا جب کافروں نے ابراہیم کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو لکڑیاں جمع کرنے لگے یہاں تک کہ بوڑھی عورت بھی لکڑیاں اکٹھا کرتی تو جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنا چاہا آپ نے ”حسبی اللہ و نعم الوکیل“ فرمایا یعنی مجھے اللہ کافی ہے اور وہ بہتر کارساز۔

پھر جب آپ کو آگ میں ڈال دیا تو اللہ نے حکم دیا کہ اے آگ ابراہیم (علیہ السلام) پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی ہو جا تو آپ کا چچا بولا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے بچا لیا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کا ایک شرارہ بھیجا جو اس کے پیر پر پڑا تو اسے جلا ڈالا تو اس اثر میں ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی صراحت آئی اور اس میں ایک دوسرا فائدہ ہے اور وہ یہ کہ آپ کا چچا اس زمانہ میں ہلاک ہوا جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تھا اور قرآن عظیم نے بتایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے لئے دعا مغفرت ترک فرمادی تھی جب انہیں اس کا دشمن خدا ہونا محقق ہوا اور روایتوں میں آتا ہے کہ اس کا یہ حال ان کو اُس وقت کھلا جب وہ مشرک مرا اور اُنہوں نے اس کے لئے اس کے بعد دعائے مغفرت نہ کی اور اپنے چچا کی وفات کے طویل عرصہ کے بعد اُنہوں نے اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت کی۔ تو یہاں سے ظاہر ہوا کہ قرآن میں جس کے کفر اور اس کے لئے دعائے مغفرت سے تبریٰ کا ذکر آیا وہ ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا ان کا پدر حقیقی نہ تھا۔

---

[۳۶] (الحاوی للفتاوی، الباب مسالك الحنفاء فی والدی المصطفی، الجزء۲، الصفحة۲۵۹، دارالفکر للطباعة والنشر، بیروت- لبنان)

[۳۷] (الحاوی للفتاوی، الباب مسالك الحنفاء فی والدی المصطفی، الجزء۲، الصفحة ۲٦۰، دارالفکر للطباعة والنشر، بیروت- لبنان)

(۱۲)تفسیر ابنِ کثیر میں ہے فرمایا: قَالَ الضَّحَّاكُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ :إِنَّ أَبَا إِبْرَاهِيمَ لَمْ يَكُنِ اسْمُهُ آزَرُ، وإنما كَانَ اسْمُهُ تَارِحَ، رَوَاهُ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَقَالَ أَيْضًا :حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَاصِمٍ النَّبِيلُ، حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ شَبِيبٌ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ وَإِذْ قالَ إِبْراهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ يَعْنِي بِآزَرَ الصَّنَمَ، وَأَبُو إِبْرَاهِيمَ اسْمُهُ تَارِحُ، وَأُمُّهُ اسْمُهَا مَثَانِي، وَامْرَأَتُهُ اسْمُهَا سَارَةُ، وَأُمُّ إِسْمَاعِيلَ اسْمُهَا هَاجَرُ، وَهِيَ سُرِّيَّةُ إِبْرَاهِيمَ، وَهَكَذَا قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ عُلَمَاءِ النَّسَبِ إِنَّ اسْمَهُ تَارِحُ [۳۸]

یعنی عبارت یہ ہے کہ آزر کی تفسیر میں ضحاک نے ابن عباس سے روایت کیا اُنہوں نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا بلکہ تارخ تھا اورضحاک ہی نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس سے آزر کی تفسیر میں روایت کیا کہ اُنہوں نے فرمایا آزر صنم کا نام ہے اور ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ اور ماں کا نام مثانی اور بیوی کا نام سارہ اور آپ کی کنیز اُم اسمعیل کا نام ہاجرہ ہے اور اسی طرح بہت سے علماء نسب کا قول ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ تھا۔

(۱۳)مفتی محمد شفیع دیوبندی کراچی کی تفسیر معارف القرآن میں تحت آیت ہذا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہے اور اکثر مورخین نے ان کا نام تارخ بتلایا اور یہ کہ آزران کا لقب ہے اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور علماء اہل سنت میں سے ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ اور چچا کا نام آزر ہے ان کا چچا آزر نمرود کی وزارت کے بعد شرک میں مبتلا ہو گیا تھا اور چچا کو باپ کہنا عربی محاورات میں عام ہے اس محاورہ کے تحت آیت میں آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ فرمایا گیا ہے۔زرقانی نے شرح مواہب میں اس کے کئی شواہد بھی نقل کئے ہیں۔ [۳۹]

تحقیقی قول: 'اب' اور والد دونوں عربی الفاظ ہیں لیکن عرف عرب وعجم میں 'اب' اور''والد'' میں فرق ہے ۔'اب' کا لفظ عربی زبان میں والد چچا اور ان کے علاوہ دوسروں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے لیکن والد صرف حقیقی باپ ہی کو کہا جاتا ہے کہ جس کی صلب سے وہ ہو۔'اب' مجازاً باپ کو کہا جائیگا لیکن والد صرف اور صرف حقیقی باپ کو کہا جاتا ہے۔

---

[۳۸] (تفسیر ابن کثیر،سورہ الانعام،الآیت ٧٤،الجزء ٣، الصفحة ٢٥٨،دارالكتب العلمية- بيروت)

[۳۹] (معارف القرآن از مفتی محمد شفیع دیوبندی،جلد سوم،صفحہ ۳۷۹،مکتبہ معارف القرآن،کراچی)

اس کی وجہ یہ ہے کہ دراصل لغۃً 'اب' کے معنی غذا دینے اور تربیت کرنے کے ہیں مثلاً عرب کہتے ہیں: "ابویہ" یعنی میں نے اس کو غذا دی۔ "ابوت القوم" یعنی میں نے قوم کی تربیت کی۔ "فلان ابا الیتیم" یعنی فلاں نے یتیم کی کفالت کی۔

اسی لئے یہ معنی جس میں ہوگا وہ 'اب' ہے والد، چچا، دادا کو بھی 'اب' کہنے کی یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے بیٹے بھتیجے پوتے کی تربیت، پرورش اور کفالت کرتے ہیں۔ قرآن میں دونوں لفظ بکثرت مستعمل ہیں مثلاً

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ (پارہ ۲۱، سورۃ لقمان، ایت ۱۴) (پارہ ۲۰، سورۃ العنکبوت، ایت ۸) (پارہ ۲۶، سورۃ الاحقاف، ایت ۱۵)

ترجمہ: اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی۔

اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَ (پارہ ۲۱، سورۃ لقمان، ایت ۱۴)

ترجمہ: یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

وَّ بَرًّا بِوَالِدَیْهِ (پارہ ۱۶، سورۃ مریم، ایت ۱۴)

ترجمہ: اور اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا تھا۔

اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ (پارہ ۱۹، سورۃ النمل، ایت ۱۹) (پارہ ۲۶، سورۃ الاحقاف، ایت ۱۵)

ترجمہ: جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر احسان کئے۔

وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ (پارہ ۲۶، سورۃ الاحقاف، ایت ۱۷)

ترجمہ: اور وہ جس نے اپنے ماں باپ سے کہا اُف۔

وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ

(پارہ ۲، سورۃ البقرۃ، ایت ۲۳۳)

ترجمہ: اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس اس کے لئے جو دودھ کی مدت پوری کرنی چاہے اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا پہننا ہے، حسب دستور کسی جان پر بوجھ نہ رکھا جائے گا مگر اس کے مقدور بھر، ماں کو ضرر نہ دیا جائے اس کے بچہ سے، اور نہ اولاد والے کو اس کی اولاد سے، یا ماں ضرر نہ دے اپنے بچہ کو اور نہ اولاد والا اپنی اولاد کو۔

وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ (پارہ۱۶،سورۃ مریم،ایت۳۲)

ترجمہ: اوراپنی ماں سےاچھاسلوک کرنے والا۔

عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ (پارہ۷،سورۃ مائدۃ،ایت۱۱۰)

ترجمہ: اپنےاوپراوراپنی ماں پر۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ (پارہ۱۳،سورۃ ابراھیم،ایت۴۱)

ترجمہ: اے ہمارےرب مجھےبخش دےاورمیرے ماں باپ کو۔

وغیرہ والد۔ ولدات والدین والدیہ والدیك ۔ والدی۔والدہ ۔ والدات ۔ والداتك والدتی۔

والداور والدہ جہاں بھی قرآن میں آیا ہےصرف حقیقی ماں باپ کے لئے مستعمل ہوا ہےجس کے صلب اوربطن سے بلاواسطہ پیدا ہے جسےفقہی اصطلاح میں اصل قرب کہتے ہیں۔چچایادادی یانانی کےمعنی میں کہیں بھی مستعمل نہیں ہوااسی طرح لفظ'اب'کااستعمال بھی قرآن میں بکثرت ہواہےمثلاً

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ (پارہ۲۲،سورۃ الاحزاب،ایت۴۰)

ترجمہ: محمّد تمہارےمَردوں میں کسی کے باپ نہیں۔

اِنَّ لَهٗ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا (پارہ۱۳،سورۃ یوسف،ایت۷۸)

ترجمہ: عزیزاس کےایک باپ ہیں بوڑھے بڑے۔

فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا (پارہ۱۳،سورۃ یوسف،ایت۹۳)

ترجمہ: اسےمیرےباپ کےمنھ پرڈالوان کی آنکھیں کُھل جائیں گی۔

وَاغْفِرْ لِاَبِیْ (پارہ۱۹،سورۃ الشعرآء،ایت۸۶)

ترجمہ: اورمیرے باپ کوبخش دے۔

یٰۤاَبَتِ (پارہ۱۲،سورۃ یوسف،ایت۴) (پارہ۱۶،سورۃ مریم،ایت۴۲،۴۳،۴۴،۴۵) (پارہ۲۰،سورۃ قصص،ایت۲۶)
(پارہ۲۳،سورۃ الصافات،ایت۱۰۲)

ترجمہ: اےمیرےباپ۔

مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ (پارہ۱۶،سورۃ مریم،ایت۲۸)

ترجمہ: تیرا باپ برا آدمی نہ تھا۔

يٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا (پارہ۱۲،سورۃ یوسف،ایت۱۱)

ترجمہ: آپ کو کیا ہوا کہ (یوسف کے معاملے میں) ہمارا اعتبار نہیں کرتے۔

وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ (پارہ۴،سورۃ النساء،ایت۱۱)

ترجمہ: اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی۔

كَمَاۤ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ (پارہ۸،سورۃ الاعراف،ایت۲۷)

ترجمہ: جیسا تمہارے ماں باپ کو بہشت سے نکالا۔

ان صیغوں کے ساتھ سو سے زائد مقامات میں مستعمل ہوا ہے لیکن کہیں حقیقی والد کے لئے مستعمل ہوا ہے جیسے فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ (پارہ۱۳،سورۃ یوسف،ایت۹۳)﴿**ترجمہ**: اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو۔﴾ اور کہیں والد دادا پردادا وغیرہ کے لئے جیسے وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ (پارہ۴،سورۃ النساء،ایت۲۲)﴿**ترجمہ**: اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو۔﴾ اور کہیں والد، دادا اور چچا کے لئے مستعمل ہوا ہے جیسے قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰـهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰـهًا وَّاحِدًا (پارہ۱،سورۃ البقرۃ،ایت۱۳۳)﴿**ترجمہ**: بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے والدوں ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق کا ایک خدا۔﴾

ان سب کو یعقوب علیہ السلام کے آباء میں شمار کیا گیا ہے۔ ہماری اس طویل بحث سے ان جاہلوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ لفظ 'اب' صرف والد ہی کے معنی میں مستعمل ہے نری جہالت ہے بلکہ چچا کے معنی میں بھی عرب میں اس کا استعمال شائع وذائع ہے اور قرآن میں بھی محاورہ عرب کے مطابق ہی استعمال ہے۔

لفظ اُم کے استعمالات: لفظ 'ام' کا استعمال کہیں والدہ کے لئے ہوا ہے جیسے فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ (پارہ۴، سورۃ النساء،ایت۱۱)﴿**ترجمہ**: تو ماں کا تہائی۔﴾ اور کہیں والدہ، دادی، پردادی، نانی، پرنانی وغیرہ کے لئے مستعمل ہوا ہے جیسے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ (پارہ۴،سورۃ النساء،ایت۲۳)﴿**ترجمہ**: حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں۔﴾ اور کہیں دودھ پلانے والی رضاعی ماں کے لئے جیسے وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْۤ اَرْضَعْنَكُمْ (پارہ۴،سورۃ النساء،ایت۲۳)﴿**ترجمہ**: اور تمہاری مائیں جنہوں نے دودھ پلایا۔﴾ الحاصل والد اور والدہ کا استعمال صرف حقیقی ماں باپ کے لئے ہے اور 'اب' و 'ام' کا استعمال باپ، دادا، پردادا، ماں، دادای، نانی اور چچا وغیرہ کے لئے آیا ہے۔ (عجمی محاورہ)

جس طرح عربی محاورہ میں لفظ 'اب' کا استعمال والد، دادا اور چچا وغیرہ کے لئے آتا ہے اُسی طرح اُردو زبان میں باپ اور ابا کا استعمال بھی والد اور چچا وغیرہ ہوتا ہے۔ یہ میرے بڑے باپ اور بڑے ابا ہیں یہ میرے چھوٹے باپ یا چھوٹے ابا ہیں۔ عام طور پر بولا جاتا ہے جو بڑے چچا اور چھوٹے چچا کے لئے مستعمل ہے اس سے وہی انکار کرے گا جو اُردو محاورہ سے نابلد ہے۔

مشاھدہ عام: دورِ حاضر وسابقہ ہر طرح سے مشاہدہ ہے کہ غیر 'اب' کو 'اب' (باپ) ابو، ابا جان ابو وغیرہ سے بلایا جائے تو وہ بہت خوش ہوتا ہے اور یہ اسے شفقت دلانے کے لئے ہوتا ہے۔ سفر حج کے دوران ایک دفعہ بدو بگڑ گیا ہمارے رفقاء میں سے ایک کسی نے کہا ابویہ ارحم بدو سنتے ہی سارا غصہ نہ صرف پی گیا بلکہ ہمارے مدعا و مقصد کو احسن طریق سے پورا کیا۔

خلاصہ یہ کہ لفظ والد صرف اور صرف حقیقی باپ کے لئے مستعمل ہوتا ہے بخلاف 'اب' کے کہ یہ قرآن و احادیث اور محاوراتِ عرب و عجم میں اس کا استعمال باپ کے سوا متعدد لوگوں پر آتا ہے۔

'اب' کے معانی: حقیقی باپ، دادا، چچا ان تینوں کو قرآن مجید میں یکجا بیان کیا گیا ہے پارہ نمبر ۱، سورۃ البقرہ میں ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے پوچھا مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ (پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، ایت ۱۳۳)

﴿**ترجمہ**: میرے بعد کس کی پوجا کرو گے۔﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا (پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، ایت ۱۳۳) ﴿**ترجمہ**: بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے والدوں ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق کا ایک خدا۔﴾ اس آیت میں اسمٰعیل علیہ السلام کو یعقوب علیہ السلام کے آباء میں شمار کیا ہے جبکہ وہ چچا تھے اور اسحاق دادا۔

خود حضور ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا: تردوا علی ابی یعنی میرے چچا (عباس) کو میری طرف لاٹاؤ (واپس لے آؤ)۔

اس حدیث میں صاف ظاہر ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو 'اب' (باپ) فرمایا حالانکہ صرف عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے مُرَبّی (پرورش کرنے والے) بھی نہ تھے۔ دادے کے پردادے، پشتوں تک مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا (پارہ ۷، سورۃ المآئدۃ، ایت ۱۰۴) ﴿**ترجمہ**: جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔﴾ اس آیت میں کئی پشتوں تک داداؤں کو 'اب' کہا گیا ہے۔

استاد، مرشد، سسر کو 'اب' کہا جاتا ہے جیسا کہ مشہور ہے:

آبائك ثلاث من ولدك ومن علمك ومن زوجك خير الآباء من علمك۔ [40]

یعنی تیرے تین باپ ہیں(۱)جس نے تجھے جنا(۲)جس نے تجھے پڑھایا(۳)جس نے تجھے بیاہا۔

فائدہ: مرشد جوروحانی تربیت کرتا ہے وہ استاد کی مانند بلکہ اس سے بڑھ کر ہے۔

(۱)محبّ جیسے ابوہریرہ سیدنا ابوہریرہ بلیوں کے باپ نہ تھے بلکہ ان سے محبت کی وجہ سے آپ کا نام ابوہریرہ ہے۔

(۲)جو شے کسی میں بکثرت پائی جیسے ابوحنیفہ۔حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی صاحبزادی نہ تھی لیکن چونکہ آپ کے سامنے طلبہ وتلامذہ کی دواتیں بکثرت ہوتی تھیں اسی لئے آپ کی کنیت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور ہوئی۔

(۳)معمولی سی نسبت سے بھی 'اب' کہا جاتا ہے جیسے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوتراب ہے۔

(۴)ماموں کو بھی 'اب' کہتے ہیں۔

(۵)قوم کے سردار کو بھی 'اب' کہتے ہیں جیسے ابوالوہابیہ

(۶)ہر وہ شخص جو کسی کے عالم وجود میں لانے کا سبب ہوا سے 'اب' کہتے ہیں اسی لئے حضور ﷺ کا ایک اسم ابوالارواح ہے۔



(۷)جو کسی کے ظہور واصلاح کا سبب بنے وہ بھی 'اب' کہلاتا ہے اسی لئے ہر علاقہ کا مصلح عالم دین اس علاقہ کا 'اب' ہے یوں ہی استاد ومعلم جیسے گزرا۔

نکتہ: آیت ''لِاَبِیْهِ اٰزَرَ'' (پارہ۷،سورۃ الانعام،ایت۷۴)﴿**ترجمہ:** اپنے باپ آزر سے۔﴾ میں 'اب' کے بعد آزر لانے کی ضرورت کیا ہے اتنا کافی تھا لِاَبِیْهِ یعنی اپنے باپ سے۔آگے آزر کا اضافہ اسی فرق کے لئے ہے کہ 'اب' اور ہے۔عام محاورہ میں کسی نے کبھی نہیں کہا کہ اس کے باپ بشیر نے کہا اس کے باپ نذیر نے کہا معلوم ہوتا ہے ابراہیم کے حقیقی باپ تارخ تھے اور تربیت و پرورش کے لحاظ سے باپ آزر مشہور ہوئے۔اسی لئے یہ آیہ کریمہ میں نام آزر کی وضاحت کردی یہی وضاحت اس امر کی دلیل ہے۔حقیقی باپ دوسرے ہیں۔

توضیح: جہاں آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا 'اب' کہا گیا ہے وہاں تاریخ میں آپ کا نانا بھی کہا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جو کسی کے زیر تربیت ہوتا ہے وہ اس کا 'اب' مشہور ہوتا ہے اور یہی دستور زمانۂ سابقہ میں عام تھا۔کتب ساویہ

---

[40] روح البیان میں یہ قول اس طرح سے موجود ہے۔ قیل الآباء ثلاثة اب ولدك واب رباك واب علمك

(روح البیان،پارۃ ۳، سورۃ آلِ عمران، الآیت ۳٤، الجزء۲، الصفحة ۲٥، دارالفکر،بیروت)

اور توراۃ اور انجیل وغیرہ میں لکھا ہے کہ عوام حق تعالیٰ کو اپنا 'اب' باپ کہتے اور وجہ یہ بتاتے کہ اللہ سب کا پالنے والا اور پرورش کرتا ہے۔اسی طریق سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ کو 'اب' کہتے وہ خود بھی اللہ کو 'اب' کہہ دیتے تھے بوجہ تربیت کے۔اسی شبہ میں پڑ کر عیسائیوں نے خدا تعالیٰ کو حقیقی باپ بنا دیا حالانکہ وہ تو مجازاً 'اب' بمعنی تربیت کنندہ کہتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے آزر کو 'اب' کہا کہ حسب دستور بوجہ تربیت ابراہیم علیہ السلام آزر کو 'اب' (باپ) کہتے تھے۔محاورہ کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے فرمایا: وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ (پارہ ۷،سورۃ الانعام،ایت ۷۴) ﴿**ترجمہ**: خبردار اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا۔﴾ مجازی معنی 'اب' بمعنی چچا مراد ہے نہ کہ حقیقی باپ۔

سوال: جیسے تم نے تفاسیر وغیرہ کے حوالے دے کر اپنا مؤقف مُوثَّق (پکا) کیا ہے یوں ہی مخالفین بھی بعض تفاسیر وغیرہ کے حوالے دیتے ہیں جن میں صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا۔

جواب: یہ ایک تاریخی مسئلہ ہے عرصہ دراز گزرنے پر اسماء میں التباس پڑ تا رہتا ہے۔تاریخ گواہ ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام کی روئے زمین پر تشریف آوری کے تقریباً سوا تین ہزار سال بعد نمرود بن کنعان بن کوش بن سام کے دور پُر فتن میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ماہ ذی الحجہ میں ہوئی۔خاتم الانبیاء حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب مبارک تقریباً ۲۹ واسطوں سے ان تک پہنچتا ہے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں شامل ہیں۔اسی بناء پر اختلاف ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد کون تھے؟اس سلسلہ میں مفسرین،مورخین،اصحاب سیر،نسابین اور اہل لغت کے اقوال مختلف ہیں۔یہ عظیم اختلاف بلحاظ امتداد زمانہ وطول مدت ناگزیر بھی تھا بالخصوص ایسی صورت میں جبکہ بقول بعض مورخین نمرود کو بعض کاہنوں نے خبر دی تھی کہ ایسا شخص پیدا ہونے والا ہے جو دین شاہی کا مخالف ہوگا۔بتوں کو توڑ دے گا نمرود نے یہ سن کر لڑکوں کے قتل کرنے کا حکم عام دیدیا تھا۔جب ابراہیم علیہ السلام کی ولادت کا زمانہ قریب آیا تو آپ کی والدہ نے ایک غار میں جا کر وضع حمل کیا اور اسی غار میں پرورش پاتے رہے۔آپ کی والدہ روزانہ وہاں جا کر دودھ پلایا کرتی تھیں۔آپ کی ولادت کا حال آپ کے والد سے پوشیدہ تھا یا معلوم تھا لیکن نمرود کے خوف سے پوشیدہ رکھا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک دن میں اس قدر بڑھتے تھے جس قدر اور لڑکے ایک ماہ میں نشو ونما پاتے ہیں۔تھوڑے ہی دنوں میں آپ جوانی کے قریب پہونچ گئے اور اس کے بعد ہی اپنے باپ کے ساتھ شام کے وقت غار سے نکل کر آبادی میں تشریف لائے۔(مرآۃ الانساب) [41]

---

[41] (مرآۃ الانساب،سلسلہ اولادِ ابراہیم،صفحہ ۶۹ تا ۷۷،مطبع رحیمیہ منشی محمد عبدالرحیم)

ایسی صورت میں یہ ظاہر ہے کہ والدین کے نام بھی پوشیدہ رکھے گئے ہونگے اور عام لوگوں پر یہ ظاہر نہ ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کون تھے؟ جس طرح حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے گھر ہوئی لیکن ان کے والدین کے نام میں آج بھی شدید اختلاف موجود ہے۔

نتیجہ ظاہر ہے کہ بعض نے ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر بتایا۔ بعض نے کہا مؤرخین ونسابین کے نزدیک ان کے والد تارخ تھے۔ بعض نے کہا کہ نسابین کا اجماع ہے کہ والد کا نام تارخ تھا۔ بعض نے کہا کہ کتابِ الٰہی توراۃ میں والد کا نام تارخ ہے، بعض نے کہا کہ ایک شخص کے دونام ہوسکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اصلی نام تارخ ہو اور لقب آزر یا اصلی نام آزر ہو اور تارخ لقب۔ بعض نے کہا آزر بت کا نام تھا بچاری کو اسی نام سے موسوم کیا گیا۔ بعض نے کہا کہ آزر نہ تو باپ کا نام تھا اور نہ بت کا نام بلکہ آزر کا معنی کج رو، خطا کار ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پجاری کو اس کی اہانت کے طور پر اس وصف سے خطاب کیا۔ بعض اصحابِ تحقیق نے کہا والد کا نام تارح یا تارخ تھا اور آزر یا تو ان کا ہی دوسرا نام تھا یا دوسرا شخص ہے جو ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔

فائدہ: جب اختلافِ اقوال کا یہ عالم ہے تو کوئی بھی شخص کسی بھی ایک قول سے متعلق دو چار دس کتابوں کے حوالہ جات نقل کرکے یہ کہے کہ میرے نزدیک یہی قول راجح ہے یہی حق ہے۔ لیکن اہل فہم پر عیاں ہے کہ محض حوالہ جات نقل کردینے کے بعد راجح بتادینے سے اس قول کا حق ہونا ثابت نہ ہوگا کیونکہ دوسرے قول پر بھی حوالہ جات مل جائیں گے تو کیا سارے متضاد اقوال کو حق کہہ دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں یہ کوئی حکم فقہی عملی نہیں کہ مجتہدین کے اختلافات کے باوجود اپنے اپنے عمل کے لئے ہر ایک قول کو حق اور واجب العمل کہا جائے گا۔ بلکہ یہ تو ایک واقعہ ہے کہ آزر چچا تھا یا والد؟ یہاں دو باتوں میں ایک ہی حق ہوسکتی ہے۔ دونوں باتوں کو حق نہیں کہا جاسکتا بہرحال محض حوالہ جات کے نقل سے مدعیٰ ثابت نہ ہوگا۔ بلکہ کثرتِ اقوال بھی بلا دلیل وجہ ترجیح نہیں۔ ہاں نقل اقوال کے ساتھ اگر قوتِ دلیل بھی شامل ہے تو بلاشبہ وہی راجح اور حق ہے خواہ کثرتِ اقوال پر مشتمل ہو یا قلت اقوال پر۔

فیصلہ: جب ہمارے اور مخالفین کے حوالہ جات میں اختلاف ہے تو ان حوالہ جات سے مسئلہ کا حل نہ ہوا کیونکہ

بقاعدہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال

یعنی پھر ہم نے احتمال کو قرآن واحادیث ودیگر دلائل سے مضبوط کیا ہے۔

اسی لئے ہمارے حوالہ جات صحیح اور حق ہیں اور مخالفین کے حوالے غلط اور باطل ہے۔

سوال: ابراہیم علیہ السلام کے والد کے ایمان پر قطعی اجماع نہیں جب اس کا ایمان صریح آیات واحادیث میں نہیں تو پھر جھگڑا کیا ہے؟

جواب: فقیر ابتدا میں عرض کر چکا ہے اُصول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم باستثناء انبیاء علیہ السلام کا ایمان ظنیات سے ہے اور ظنیات کے لئے تصریحات نہیں ہوتیں جیسا کہ اُصول کی کتب میں مصرح ہے۔

الزامی جواب: مانا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کے ایمان کا مسئلہ قطعی واجماعی نہیں ہے لیکن سوال ہے کہ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا کفر قطعی الثبوت وقطعی الدلالۃ اوراجماعی ہے؟ کیا دورِ ابراہیم سے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر کوئی خبر متواتر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا والد آزر ہی تھا۔ایک بھی خبر متواتر قطعی الدلالۃ پیش نہیں کر سکتے بلکہ ایک حدیث صحیح پیش نہیں کر سکتے۔ جو صریح ہے وہ ہرگز صحیح نہیں اور جو صحیح ہے وہ صریح نہیں۔اسی لئے دونوں جانبیں برابر ہیں یعنی نہ صراحۃً ابراہیم علیہ السلام کے والد کے لئے ایمان کا کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی آزر کے لئے تصریح سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ واقعی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد تھا۔ان دونوں میں والد ابراہیم علیہ السلام کے ایمان کے دلائل دوسرے ہیں جو ہم نے پہلے عرض کئے ہیں۔



سوال: جن احادیث سے تم نے استدلال کیا ہے۔ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشتوں میں سے منتقل ہونا صرف چند انبیاء علیہم السلام کا ذکر منصوص ہے چنانچہ تم نے شفاء شریف اور بخاری کی حدیث نقل کی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فَقَالَ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم (فَأَهْبَطَنِي اللَّهُ إِلَى الْأَرْضِ فِي صُلْبِ آدَمَ وَجَعَلَنِي فِي صُلْبِ نُوحٍ وَقَذَفَ بِي فِي صُلْبِ إِبْرَاهِيمَ ثُمَّ لَمْ يَزَلِ اللَّهُ تَعَالَى يَنْقُلُنِي مِنَ الْأَصْلَابِ الْكَرِيمَةِ وَالْأَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ حَتَّى أَخْرَجَنِي مِنْ أَبَوَيَّ [۴۲]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں صرف انبیاء کرام کا ذکر فرمایا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نورِ مصطفوی صرف انبیاء کرام میں منتقل ہوا۔ والد حضرت ابراہیم علیہ السلام میں منتقل نہ ہوا لہٰذا اگر آزر کو والد قرار دیں اگر چہ وہ مشرک ہے کسی حدیث سے کوئی تعارض نہیں معلوم ہوتا۔علاوہ ازیں تم نے حدیث کے خصوص کو اپنی طرف عام کیا ہے جو کوئی شرعی قاعدہ ہے بلکہ ایجاد بندہ ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں۔

---

[۴۲] (الشفاء بتعريف حقوق المصطفى،الباب الثانی فی تكميل اللّٰه تعالىٰ له المحاسن خلقا الخ، فصل واماشرف نسبه وكرم بلده الخ ، الجزء ۱، الصفحة۸۳،دارالفكر الطباعة والنشر والتوزيع)

جواب تحقیقی: ان انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر خیر ان کی شہرت وافضیلت کی وجہ سے لیا گیا ورنہ انہیں بعض انبیاء علیہم السلام جو حضور ﷺ کے سلسلہ نسب مبارک میں امہات شامل ہیں ان کا تذکرہ نہیں ہے مثلاً شیث علیہ السلام، ادریس اور اسماعیل کا کوئی ذکر نہیں جبکہ بلا شبہ یہ بھی آباء واجداد کرام میں شامل ہیں اور نور مصطفویٰ ان میں منتقل ہوا۔ نیز ابراہیم علیہ السلام سے قبل امہات کے ارحام طاہرہ کا بھی تذکرہ نہیں ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کے اس ارشادِ گرامی کا ہرگز یہ منشاء نہیں ہے کہ میرا نور صرف ان انبیاء کرام کے اصلاب کریمہ میں منتقل ہوا۔ باقی دوسرے آباء واجداد اور امہات وجدات کے اصلاب کریمہ اور ارحام طاہرہ میں منتقل نہ ہوا۔

الزامی جواب ۲: ہمارا سوال ہے کہ حضرت آدم کے وصال کے بعد اور نوح علیہ السلام کی ولادت سے قبل اس درمیان میں نورِ محمدی عالم دنیا میں رہا یا عالم برزخ یا عالم بالا میں؟ اسی طرح نوح علیہ السلام کے وصال کے بعد اور ابراہیم علیہ السلام کی ولادت سے قبل نور مصطفویٰ کہاں رہا؟

جواب نمبر۳: نیز مخالف نے دلیل مخالف کے طور نکالی ہے اور قرآن و حدیث میں مفہوم مخالف معتبر نہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ غیر انبیاء میں نورِ مصطفویٰ منتقل نہ ہوا۔ من ادعی خلافہ فعلیہ البیان (ج) اس ارشادِ پاک کا مقصد صرف عظمت وشرافت نسب کا اظہار ہے جو چند جلیل القدر والمرتبت انبیاء کرام علیہم السلام کے تذکرہ سے حاصل ہے۔ (د) الاحادیث بعضھا موضحۃ لبعضھا یعنی ایک حدیث کی وضاحت دوسری حدیث سے ہوجاتی ہے۔ ملاحظہ ہو حدیث بخاری شریف جو بعینہٖ اسی کتاب الشفاء میں بھی منقول ہے:

بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُونِ بَنِي آدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتَّى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِي كُنْتُ فِيهِ [۴۳]

یعنی اس میں انبیائے کرام کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ یہ ہر قرن ہر زمانہ کے آباء وامہات انبیاء وغیر انبیاء سب کو عام وشامل ہے۔

"قَرْنًا فَقَرْنًا" کے الفاظ میں اس بات کی تاکید ہے کہ ہر قرن ہر زمانہ میں تمام آباء واجداد، امہات کے اصلاب کریمہ وارحام طاہرہ میں نورِ مصطفویٰ منتقل ہوتا رہا اس میں ابراہیم علیہ السلام سے قبل یا بعد کسی بھی 'اب و جد' کی تخصیص

---

[۴۳] (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، الجزء٤، الصفحۃ١٨٩، الحدیث٣٥٥٧، دار طوق النجاۃ)

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، الباب الثانی فی تکمیل اللّٰہ تعالیٰ لہ المحاسن خلقا الخ، فصل واماشرف نسبہ وکرم بلدہ الخ، الجزء ١، الصفحۃ٨٢، دارالفکر الطباعۃ والنشر والتوزیع)

نہیں۔نہ عام غیر مخصوص منہ البعض کی تخصیص جائز ہے اور نہ ہی کسی مطلق کی تقیید جائز۔لہٰذا یہ ثابت کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد میں بھی نور مصطفویٰ منتقل ہوا اور یہی ہمارا مدعا ہے اور الحمدللہ دلائل کی روشنی سے ثابت ہوا کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا بلکہ چچا تھا۔

فقط والسلام

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علیٰ حبیبه الکریم الامین وعلیٰ آله الطیبین واصحابه الطاهرین

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

محرم الحرام ۱۴۲۳ھ



☆--......×××--......☆